مابعد جدید تنقید کی تیسری فکریاتی اور جمالیاتی کائنات

نظام صدیقی

527، دائرہ شاہ محبّ اللہ، بہادر گنج، الہٰ آباد۔211003 (یوپی)

اکیسویں صدی کے معاصر مابعد جدید تناظر میں ''نئے عہد کی تخلیقیت'' کی امین تخلیقات اور تنقیدات کی پیش کشی کا فریضہ وہی تخلیقیت افروز فنکار اور ناقد ادا کر رہے ہیں جن کا ترجیحاتی اقداری اور جمالیاتی تناظر عالمی ہے اور وہ بیک وقت دوسری مقامی، قومی اور علاقائی شعریات اور فکریاتی رجحانات کو تقابل کے ساتھ اپنے تخلیقی وجدان اور عرفان میں سمو سکنے کے اہل ہیں اور غیر معمولی جمالیاتی اور شعریاتی اظہاریت کے ساتھ اپنی بات کو اہل قاری تک پہنچانے کا فطری سلیقہ رکھتے ہیں۔ نئے عہد کے تخلیقیت پرور مصنف اور تنقید نگار کا ابلاغی رابطہ اب سرحدوں کی بندش کا محتاج نہیں ہے۔ چند لمحوں میں تخلیقی فکر و نظر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی ہے۔ تخلیقی ادب، تقلیدی ادب اور تحکیمی ادب میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ تقلیدی اور تحکیمی ادب لا اَدب ہوتا ہے۔ تخلیقیت حقیقی تخلیق کا حقیقی احساس و عرفان ہے۔ تخلیقیت تو روحِ تخلیق، روح تجربہ، روحِ تغیر اور روحِ حیات ہے۔ جس طرح عشق اور مُشک چھپائے نہیں چھپتے اُسی طرح تخلیقیت کشا حُسن پارے، صداقت پارے اور نقد پارے کبھی تواریخ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتے۔ انھیں ادب عالیہ میں نو کلاسک بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ صاحب ذوق قاری، صاحب دل قاری، صاحب دانش قاری اور صاحب بینش قاری اُن کو اپنی رُوح کا زندہ اور دھڑکتا ہوا حصّہ بناتا ہے۔

ایک غیر معمولی تخلیقیت افروز فنکار اور ناقد بقول نطشے روایت گزیدہ کیمل (اونٹ) اور بغاوت پسند لائن (شیر) کی منزل سے گزرتے ہوئے جس کے ایک ہاتھ میں نائے عظیم (Greatnay) کی تلوار ہوتی ہے اور دوسرے ہاتھ میں اثبات عظیم (Great Yea) کی ڈھال ہوتی ہے۔ وہ مردہ روایت کی ردّ تشکیل کرتا ہے اور زندہ، نامیاتی اور متحرک روایت کی باز تخلیق، تشکیل اور تعمیر کرتا ہے اور وہ بالآخر زندہ روایت کی جستگاہ سے زقند بھر کر اکیسویں صدی کے معاصر مابعد جدید تناظر میں نئے عہد کی تخلیقیت سے ہمکنار ہو جاتا ہے، لیکن باز تخلیق، تشکیل اور تعمیر سے قبل ''نہیں'' ''نفی'' اور علانیہ انکار کی لازمیت ناگزیر ہے۔ اسی کو آلیٹھو سے نفی کا ناگزیر لمحہ کہتا ہے (The Essential Moment of Negative) اس سے معنی جس نئے طور سے اپنے کو منکشف کرتا ہے اُس سے وہ ردِ تعبیری کردار کی نئی معنویت اور فوقیت کا حامل ہو جاتا ہے۔ اس ردّ تفسیری عمل کے باعث فطرتاً انسان کا حقیقت کا تصور بھی نت نئی تبدیلی کی زد میں رہتا ہے۔ آج ثقافتی تھیوری کی تردید کے بعد ''نئے عہد کی تخلیقیت'' ایک فن پارہ کے اختصاص، انفراد اور امتیاز سے ایک تخلیقیت آفریں فنکار کے اختصاص، انفراد اور امتیاز اور خصوصی طور پر ایک تواریخی لمحہ کے اختصاص، انفراد اور امتیاز کی از سر نو تحسین کر کے اُس کی نئی تشریح، تعبیر، تفہیم اور تقدیر پیش کرنے کی عارفانہ جرأت کرتی ہے جس کو اکثر ثقافتی تھیوری نظر انداز کر دیتی ہے۔ یہ بیک وقت ادب کی مسرت آگیں اور مسرت انگیز جمالیاتی بازیافت اور بصیرت افروز معنویات بھی ہے۔

آج نئے عہد کی تخلیقیت کے بطن سے پیدا ہونے والے اکیسویں صدی زائیدہ معاصر موضوعات، مسائل، ترجیحات اور امکانات پر از سر نو غور و فکر ناگزیر ہے۔ تھیوری کا زرّیں دور (۱۹۶۰ء–۱۹۸۰ء) اپنے منطقی انجام کو پہنچ چکا ہے۔ تاہم نئے عہد کی تخلیقیت کے اشعر دائرۂ نور و شعور میں تھیوری کے بعد کا عندیہ تھیوری کے بغیر نہیں بلکہ تھیوری سے آگے کے نئے روشن فکریاتی آفاق ہیں۔ جدیدیت گزیدہ جمالیاتی تھیوری کے اژدہام کے ردّ عمل میں ثقافتی تھیوری بھی وجود پذیر ہوئی تھی۔ وہ بھی اب نقطۂ کمال پر پہنچ کر بالآخر انتہا پسندی کے نمائشی جذباتی شور و شر، اُکتا دینے والی تکرار اور بڑی حد تک منطقی اور پیچیدہ قسم کی اصطلاحات کی بھرمار میں مبتلا ہو گئی ہے۔ نتیجتاً ٹیری ایگلٹن کی متشدد کتاب ''تھیوری کے بعد'' وجود میں آئی۔ یہ بھی ایک لہری مظہر ہے۔ یہ ہمہ پہلو ہمہ رنگ، ہمہ جہت (Omnijective) جمالیائی، علمیاتی، قدریاتی، فکریاتی اور نئی وجودیاتی اور عرفانیاتی مظہر نہیں ہے جو بیک وقت بہاؤ میں ٹھہراؤ یا ٹھہراؤ میں بہاؤ کا امین ہوتا ہے۔ ''تھیوری کے بعد'' میں ٹھہراؤ ناپید ہے۔

ایک لہر سادہ ہوتی ہے، وہ پُر کار نہیں ہوتی۔ ایک نشانِ نغمہ سادہ ہوتا ہے، وہ پیچیدہ نہیں ہوتا۔ ایک نشان نغمہ وہ سب کھو دیتا ہے جو بیک وقت حسن آگیں اور عظمت آگیں ہوتا ہے۔ کیونکہ جو عظیم تر اور رفیع تر ہوتا ہے وہ پیچیدہ تر بھی ہوتا ہے۔ غالب کی شاعری اس خورشید نیمروزی سچائی کی نخش+تمثال ہے۔ اعلیٰ زندگی اور ادب دونوں ہی پیچیدہ تر ہیں۔ تمام کائنات اُن میں سمائی ہوئی ہے اور ہر لمحہ آفاق میں دمادم کُن فیکون کا تخلیقیت آفریں عمل بھی قائم ودائم ہے۔

لہٰذا تھیوری کی نامیاتی سطح پر بھی زندگی اور ادب انضمام ضدین (The Unity of Oppos) کا ہی اَمین ہوسکتا ہے۔ وہ ہمہ جو اور ہمہ آہنگ سازینہ (Symphony) ہی ہوسکتا ہے۔ مطالعاتی ترجیحات ہمیشہ تکثیری تنقیدی نظاموں کی امین رہی ہیں۔ معنی خیز تنقید کی تمام صورتیں تھیوری یا تھیوریوں کے انضمام پر قائم ہوتی ہیں تاہم تنقید کی اپنی کوئی نہ کوئی فکریاتی اَسَاس ناگزیر ہے۔ لہٰذا زندگی وادب کو یک لہری، یک بعدی اور یک رنگ وردی پوشی، ہر نوعیت کی انتہا پسندی اور تشدد پسندی سے بچنا لابدی ہے۔ جب دو انتہائی اور منتہائی لہریں مدغم ہوتی ہیں تو بیک وقت ایک نیا ہمہ پہلو جمالیاتی، فکریاتی، ثقافتی، علمیاتی، قدریاتی، وجودیاتی اور عرفانیاتی مظہر طلوع ہوتا ہے جو زیادہ لطیف، زیادہ نرم و نازک، زیادہ زُلف آسا پیچیدہ اور زیادہ حسن اور نادرہ کار ہوتا ہے۔ اس کے لیے قدرے غیر انتخابی ہوش وآگہی (A Choiceless Awareness) ناگزیر ہے۔ لہٰذا ''تھیوری کے بعد'' بھی نت نئی تھیوری کی تخلیق، تشکیل و تعمیر کا سلسلۂ عمل، ردّ عمل اور باز عمل فطری ہے تاکہ نت نئی زندگی اور ادب کی افہام وتفہیم کے نئے تقاضوں کا سلسلہ ہمیشہ قائم ودائم رہے۔ اِن نت نئے تقاضوں کو اکیسویں صدی کے معاصر مابعد جدید تہذیبی تناظرات میں نت نئی تھیوری کے ارتفاع اور ارتقا کے ذریعہ ہی بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ اکیسویں صدی میں بیک وقت ایک نئے عالم کاری کے بیانیہ (Global Narrative) اور دہشت گردی کے خلاف عالم کار مہم کے اس نئے منظر نامہ کے ساتھ مابعد جدید فکریات اور اُس سے منسلک ثقافتی تھیوری کے مفروضات کے پہلے رُخ کے خاتمہ کا وقت بھی آن پہنچا ہے۔ تھیوری مہابیانیہ (Meta Narrative) کے خاتمہ کا پہلے ہی اعلان کرچکی ہے، لیکن اردو ادب میں اردو کی مابعد جدیدیت کا دوسرا رُخ اُس کے قومی اور مقامی مناظر میں پھل پھول رہا ہے۔ مابعد جدیدیت کے تیسرے رُخ (Neo-Eon) کی نت نئی تھیوری کی پُشت پر بھی ایک نئی جمالیاتی اور اقداری آگہی وبیبا کی کارفرما ہے۔ نئے عہد کی تخلیقیت افروز تھیوری نئے علم وآگہی کا پیش منظر Fore Ground of Knowledge Awarenees ہے۔ آج پوری علمیات وہ نہیں رہی جو پہلی تھی۔ ہر نیا عہد اپنے (Enstene) علمیاتی زمرہ سے پہچانا جاتا ہے جو مزید زندگی افزا، فن افزا اور نامیاتی سطح پر نوامکان افزا ہوتا ہے۔

آج بھی معاصر اردو تنقید میں جارحانہ طور پر قطبین قائم ہیں۔ اس لیے ہمارے یہاں سماجیاتی ناقدین ایک طبقہ میں آتے ہیں اور ادبیت پسند ناقدین دوسرے گروہ میں—— دونوں میں کہیں لین دین کی نوکشادہ کارکوششیں کارفرما نظر نہیں آتیں، وہ اپنی گروہی عصبیت کے باعث یہ سمجھنے سے یکسر قاصر ہیں کہ مرحوم وزیرآغا یا گوپی چند نارنگ کا نوکشادہ کار ذہن اور بصیرتی ارتفاع وارتقا کیوں جاری ہے؟ اگر ہم مابعد جدید مفکرین گوپی چند نارنگ اور مرحوم وزیرآغا کو استثناء مان کر چھوڑ دیں تو کسی ایک بزرگ ناقدین مابعد جدید متوازیت کے اصول (Concurrancy Principle) کے زیر اثر فی زمانہ بھی دونوں لگاؤ اور سروکار بیک وقت متوازن طور پر نظر نہیں آئے۔ اُن کے مابعد جدید تنقیدی مطالعات سے قاری بے اختیار ایک بڑی روشنی میں آجاتا ہے۔ اُس کی ثقافتی اور ادبی نابینائی کچھ کم ہوجاتی ہے۔ اس کو شدت سے محسوس ہوتا ہے کہ اس وقیع اور رفیع دائرۂ نور میں وہ کچھ زیادہ دیکھ رہا ہے۔

اُس کے برخلاف جدید اردو تنقید کا یہ المیہ ہے کہ وہ حسن پارہ کے کثیر ابعادی معنویاتی بھول بھلیوں (Labyrinty) میں جانے سے متواتر وحشت زدہ اور گریزاں رہتی ہے۔ کوئی تخلیقی فن پارہ انفرادی کرب میں عمرانی اور ثقافتی تناظرات کو منور کرسکتا ہے اور کوئی عمرانی اور ثقافتی حقیقت کے درمیان فرد کی پُراسرار ذہنی کائنات کو بے محابا منکشف کرسکتا ہے۔ حسن پارہ کے اس تناقض، تضاد آگیں، جدلیاتی کردار میں مشروط اور محدود تنقید کو اعتبار وایقان نہیں ہے۔ وہ ایک سہولت انگیز سیدھا سادا راستہ اختیار کرنا پسند کرتی ہے جہاں ایک خاص معمولہ معنی کو حسب منشا منتخب کیا جاسکے اور پھر اُس یک رُخے اور یک بعدی آہن پوش معنی کی صلیب پر حسن پارہ سے اُتار کر جو شے ہاتھ آتی ہے، وہ تخلیقی فن پارہ نہیں بلکہ اُس کا مردہ قالب ہے جس کی روح اور جان کو ناقد نہ جانے کس تیرہ وتار اندھی گلی میں پھینک کر فرار ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی خوردہ فروش اور ریزہ کار سماجیاتی تنقید نے بھی اردو تنقید میں اقبال اور محمد حسن عسکری کو ''مسلم اخلاقیات اور روحانیت'' بلکہ ''سنّی اخلاقیات اور روحانیت'' میر انیس اور مرزا دبیر کو ''شیعہ اخلاقیات اور روحانیت'' وزیر آغا کو ''ہندو قدریات اور مابعد الطبیعات''، پریم چند کو ''آدرشی حقیقت پسندی''، منٹو کو ''فحشیات اور جنسیات

نگاری‘‘ قرۃ العین حیدر کو ’’نوسٹلجیا نگاری اور تواریخ گزیدگی‘‘ اور گوپی چند نارنگ کو محض ’’لسانیات اور اسلوبیات شماری کی صلیب پر لٹکا کر اپنے نام نہاد گروہی اور فرقہ وارانہ تنقیدی وظیفہ سے مکمل طور پر نجات حاصل کر لی ہے اور نارنگ کی ساختیات، مابعد ساختیات شناسی، ردِ تشکیل، قاری اساس تنقید، نو تاریخیت اور اردوئی مابعد جدیدیت کے تاریخ ساز رول کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ محسن کشی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر آج تک قرۃ العین حیدر، انتظار حسین، جوگندر پال، عبداللہ حسین، سریندر پرکاش، کلام حیدری، بلراج مین را، غیاث احمد گدّی و الیاس احمد گدی کے ساتھ مابعد جدید نسل کے سلام بن رزّاق، سید محمد اشرف، طارق چھتاری، انور خاں، انور قمر، شوکت حیات، محمد احساس بیگ، ساجد رشید، عبدالصمد، مظہر الزماں خاں اور شموئل احمد جیسے فکشن نگار اور باقر مہدی، بلراج کومل، قاضی سلیم، مغنی تبسم، شہریار، شفیق فاطمہ شعریٰ، بشر نواز، مظہر امام، مصحف اقبال توصیفی، سلیم شہزاد، ش۔ کاف۔ نظام، شہپر رسول، ندا فاضلی، بشیر بدر، ظفر گورکھپوری، علی ظہیر، صلاح الدین پرویز، مظہر مہدی، عنبر بہرائچی اور گلزار کسی ایک نظریاتی کٹ گھرے میں فٹ نہیں ہوتے تو اُس کا سہرا ہماری فرقہ پرست تنقید کو نہیں، ان اہم اور معنی خیز تخلیقی فنکاروں کی اُس رفیع تر ترکیبی اور جدلیاتی لہروں میں پھوٹتی ہوئی تخلیقی رجولیت، کثیر تخلیقیت اور کثیر معنویت کو جاتا ہے جس کو کسی ایک محدود تر عمرانی اور جمالیاتی تشریح، تعبیر اور تعین میں تخفیف کرنا ناممکن ہے۔ جدید یا سماجیاتی تنقید کا المیہ یہ نہیں ہے کہ وہ کسی مارکسی یا ادبیت گزیدہ جمالیاتی بصیرت سے مغلوب ہے۔ کاش ایسی کوئی غیر معمولی تمیز آگیں وسیع تر نگاہ ہوتی جو صحیح معنوں میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ کر دینے کی اہل ہوتی۔ اس سے حسن پارہ کی تخفیف قدر اور تصغیر قدر تو ہوتی ہی ہے۔ اس سے محدود تر تنقیدی نگاہ یا نظریہ کا اِفلاس بھی بدترین سفلہ سطح پر نمایاں ہوتا ہے۔

مابعد تھیوری کے تناظر میں ’’نئے عہد‘‘ کا تخلیقیت آفریں فنکار اور تنقید نگار نطشے کے بغاوت پسند شیر سے بھی آگے روحانی طور پر از سر نو پیدائش (Rebirth) کی منزل سے گزر رہا ہے۔ اس میں بیک وقت روحانی غسل کے بعد بظاہر (Rechild) از سر نو بچوں جیسی تخلیقی معصومیت اور بباطن معراجی ہوشمندی اور عمودی آگہی کا بیکراں تجلّیٔ اعظم طلوع ہو رہا ہے۔ وہ بیسویں صدی کی مردہ روایت سے دامن بچاتے ہوئے زندہ نامیاتی اور متحرک روایت کی جمپنگ بورڈ سے بے مُحابا جست بھر کر اکیسویں صدی کے مابعد جدید تر تناظر میں ’’نئے عہد کی تخلیقیت‘‘ سے ہمکنار ہو رہا ہے اور ہمیشہ ’’نئی معنویات کی طرف‘‘ (Towards New Meanings) پیش قدمی کرتا ہے۔ درحقیقت مابعد جدید تنقید ہمہ رُخی روشنی کا مینار ہے۔ یہ ترقی پسندی اور جدیدیت کے مانند ایک واحد رویہ و نظریہ کا حامل نہیں ہے، بلکہ یہ اُن کے برخلاف مختلف، متنوع اور بُوقلموں نئے نظریہ ہائے نقد اور نئے طریقہ ہائے کار نقد کا امین ہے۔ ’’جدید‘‘ اور ’’معاصر‘‘ عہد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ معاصر رجحان مابعد جدیدیت ہے اور مارچ ۲۰۰۹ء اکیسویں صدی کے مابعد جدید تناظر میں فوری معاصر میلان ’’نئے عہد کی تخلیقیت‘‘ ہے... معاصر اردو شاعری کے موضوع پر منعقدہ ساہتیہ اکیڈمی دہلی کے سہ روزہ ۲۰، ۲۱، ۲۲ مارچ کے قومی سمینار میں اکیسویں صدی کے مابعد جدیدیت سیاق میں فوری معاصر رجحان پر میں اپنا ہنگامہ پرور کلیدی خطبہ ’’نئے عہد کی شعری تخلیقیت کی تیسری کائنات‘‘ پڑھ چکا ہوں۔ اس کا صرف پہلا پیراگراف خاطر نشیں ہو:

’’اکیسویں صدی کے عالمی، قومی اور مقامی تناظر میں ہر سطح پر نئے عہد کی تخلیقیت کا جشن جاری یہ قائم ہے۔ یہ مابعد جدیدیت کا متوازن تیسرا رُخ ہے جو مابعد جدیدیت کے پہلے رُخ کی فکریاتی، علمیاتی، ثقافتی اور غیر جمالیاتی انتہا پسند رُخ کی ہر نوعیت کی مردہ روایت سے یکسر گریزاں ہے اور مابعد جدیدیت کے نسبتاً دوسرے محتاط، مثبت، معقول، زندگی افروز اور فن پرور رُخ کی زندہ، نامیاتی اور متحرک روایت کی زقندگاہ سے بے محابا زقند بھر کر ’’نئے عہد کے نئے ناقابل تسخیر تحرک، تموج اور تلاطم سے ہم آہنگ ہو گئی ہے۔ یہ نئے عہد میں پیدا ہونے والے نئے چیلنجوں، چنوتیوں، للکاروں اور آزمائشوں کے آشوب آگیں مسائل، کوائف، ممکنات اور مضمرات کو مکمل طور پر یکسر نئے تخلیقیت افروز اور نئے معنویات کُشا زاویۂ نگاہ سے قبول کر رہی ہے۔ یہ غیر معمولی معاصر داخلی تنقیدی بصیرت سے منور ہے۔ اِن ہمہ رُخی مسائل، کوائف اور اِمکانات کی نئی تخلیق آگہی اور نئے تخلیقی اظہاریہ کی بیباکی کے لیے نئی جمالیاتی ترجیحات Neo-Kalological Priorities نئی اقداری ترجیحات Neo-Axiiological Priorities نئی علمیاتی ترجیحات Neo-Epistemological Priorities نئی فکریاتی ترجیحات Neo-1Deological Priorities اور نئی وجودیاتی اور عرفانیاتی ترجیحات Neo-Ontological Priorities کے نئے موقفوں، طوروں، حربوں، تدبیروں اور وسیلوں کی تخلیق میں حتی الامکان کوشاں ہے جو اردو ادب میں بھی نئے عہد کی نت نئی نظمیہ تخلیقیت، غزلیہ تخلیقیت، نئی جمالیاتی ہیئتی تخلیقیت اور مختلف نئی اصنافی تخلیقیت کے بطون سے ہی آہستہ آہستہ

نمو پذیر ہو رہے ہیں۔‘‘

آج کل مابعد جدید قابل ترسیل تخلیقیت افروز ادب قارئین کی بڑی تعداد کو جمع کر رہا ہے۔ قاری کے درمیانی ایک سٹرنگے پُل کی تعمیر کر رہا ہے۔ اُس کی جان کو جدیدیت گزیدہ ’’ترسیل کی ناکامی کا المیہ‘‘ لاحق نہیں ہے۔ قارئین کی اکثریت اُس کے گرد جمع ہو رہی ہے جو جدیدیت سے نالاں ہو کر ڈائجسٹوں اور بازاری ادب میں مستغرق ہو گئی تھی۔ جدیدیت پسند ادب نے اردو ادب میں کبھی بھی بہت زیادہ قبولیت اور حمایت حاصل نہیں کی۔ اُس کی اہم ترین وجہ لفظیات اور معنویات میں انتہائی درجہ کی داخلیت، ابہام، اہمال اور اِشکال کی منطق اور خام فنی اور جمالیاتی تجربات تھے جو نہ صرف عام قاری بلکہ ذوقِ سلیم اور تخلیقی بصیرت کے اہل قاری کے لیے بھی بے حد صدمہ انگیز تھے۔ مابعد جدید تخلیقیت پرور تنقید و ادب کے مندرجہ ذیل خصوصی مرکزی تصورات اور فکریاتی امتیازات قابل ذکر و فکر ہیں۔

(۱) اکیسویں صدی کے مابعد جدید تناظر میں معاصر اردو شعری اور افسانوی ادب اور خصوصی طور پر مابعد جدید تنقید اپنی مخصوص شعریات کی تخلیق کر رہی ہے جو جامد اور ساکن کردار کی حامل نہیں ہے بلکہ ایک زندہ، نامیاتی اور متحرک کردار کی امین مابعد جدید نئی جمالیاتی اور نئی قدریات وجود میں آ رہی ہے جس کی اَساس ردّ تشکیل کی فکریات پر ہے۔ ایک یکسر نیا ذہنی رویہ اور اطلاقی طریق کار معاصر شعری اور فکشنی ادب کی بابت رو پذیر ہے جو حد درجہ کی ذات گزیدگی، بیمار تنہائی زدگی، شکست خوردگی اور ہر نوعیت کی جدیدیت پسند انتہا پسندیوں کی ردّ تشکیل کر رہی ہے اور نئے اصنافی سیاق میں یکسر نئے توازن کی متلاشی ہے۔ فی زمانہ پرانا توازن بھی قابل ردّ ہے۔

(۲) مابعد جدید فکریات جدیدیت پسند موضوعات کی یکسانیت، ہم نظمی اور فارمولائیت سے گریزاں ہے۔ وہ نہایت شعوری طور پر ’’بیگانگی‘‘ ’’نا اُمیدی‘‘ ’’برافروختگی‘‘ ’’نمائشی کرب‘‘ ’’شکست خوردگی‘‘ ’’دونیم شخصیتی‘‘ ’’واہمہ سازی‘‘ ’’غیر صحتمند تنہائی گزیدگی‘‘ ’’ذات کی حد درجہ داخلیت پسندی‘‘ ’’جلا وطنی‘‘ ’’بے جڑی‘‘ ’’منفی تشکیک زدگی‘‘ ’’منفی نمائشی انکار‘‘ ’’اِزالۂ سحر‘‘ ’’بوریت‘‘ ’’افسردگی‘‘ ’’لغویت‘‘ ’’بے معنویت‘‘ اور مریضانہ فردیت پسندی کے چوبی تصورات کی بیجا اور بے معنی تکرار سے احتراز کرتی ہے۔

(۳) اسلوبیاتی، ساختیاتی، مابعد ساختیاتی اور اصنافی اصطلاحوں اور معنوں میں مابعد جدید تخلیقیت آفریں شعرا فرسودہ، پامال اور مؤرّخ جدیدیت پسند نئی تنقید کے محض خالص ادبی معیاروں اور زندگی کُش اصولوں کو برملا منسوخ کرتے ہیں جو غیر صحتمند دقیانوسیت گزیدگی اور دُور از قیاس ابہام، اِشکال اور اہمال کے پرورش کنندہ ہیں۔ وہ نہایت شعوری طور پر مشرقی تہذیبی جڑوں، تہذیبی شناخت، تہذیبی سچائی اور تہذیبی دِلچسپی وا و پر اصرار کرتے ہیں۔ انجام کار دلچسپی لوک ہئیتی اور عوامی ساختیں جیسے ’’دُوہا‘‘ ’’اُردو دوہا‘‘ ’’ماہیا‘‘ ’’گیت‘‘ ’’کہہ مُکرنی‘‘ ’’تکونی‘‘ ’’تربنی‘‘ اور مختلف نئے کثیر الوضع شعری اصناف جیسے ’’کہمن‘‘ ’’غزالہ‘‘ اور ’’منظومہ‘‘ وجود میں آئے ہیں۔ اُن کے علاوہ کلاسیکی پابند نیم تنقیدی نظمیہ کتابوں ’’نارنگ زار‘‘ اور ’’مناظر نامہ‘‘ وغیرہ کی نت نئی تخلیق بھی ہوئی ہے۔ جو پرانے طویل ترین مہابیانیہ کے برخلاف مختصر تخلیقی بیانیہ ہیں۔ ان کے خالق فنکار پروفیسر عبدالمنان طرزی ہیں۔ مختصر تخلیقی رزمیہ کے ضمن میں عنبر بہرائچی کی فوق متنی نظمیہ کتابیں ’’مہابھی تشکرمن‘‘ (ایک عظیم خروج) ’’لَم یأتِ نظیرک فی نظر‘‘ (تم بے نظیر ہو) معنی خیز اور کیف پرور شعری تجربات ہیں۔ محمد صلاح الدین پرویز کی فوق متنی نظمیہ شاہکار ’’آتما کا پتر پر ماتما کے نام‘‘ اور ’’بارہ ماسہ‘‘ ناقابل فراموش شعری سنگ میل ہیں۔ اس سلسلہ میں گلزار کا فوق متنی نظمیہ تجربہ ’’ٹوبہ ٹیک سنگھ‘‘ اور سارا شگفتہ کی ’’سوگندھی‘‘ بھی قابل ذکر و فکر ہے۔ آج کل پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی کا کوہساری گروپ اُردو کی نئی بحر کی ایجاد میں مگن ہے۔ گو اُس کے اصل محرک بیکل اُتساہی ہیں۔

(۴) مابعد جدید اَدب میں خارجی ساخت اور داخلی ساخت کے تصور کی آمد نے اُردو قاری کو شدّت سے احساس دلایا ہے کہ تخلیقی زبان کچھ حد تک نہایت صاف و شفاف وسیلۂ اظہار نہیں ہے۔ یہ یکسر نیا تخلیقیت پرور ویژن ہی ہے جو خصوصی موضوع اور خصوصی ہیئت میں بیک وقت منقلب ہوتا ہے۔ یہی اوّل و آخر تخلیقیت پرور ویژن ہے جو خفیف نشان (Trace) نشان (Sign) تفریق (Difference) اور اِلتوا (Deferment) کی سطح پر عمل آرا ہوتا ہے اور بالآخر اکبری تحریر (Arch Writing) کو منکشف کرتا ہے۔ مابعد جدید شعرا کی تخلیقی ترسیل کا موزوں، روشن اور چابکدست اسلوب شعوری طور پر جدیدیت پسند شعرا کے انتہائی فردیت گزیدہ مبہم اور کہر آلود طرزِ اظہار سے قطعاً مختلف ہوتا ہے۔

(۵) ہر نوعیت کی فارمولائی اور فیشنی اسالیب اور غیر تخلیقی تحریرات کے میکانکی آداب و آئین کے خلاف مابعد جدیدیت ایک خاموش بغاوت ہے۔ اس میں موضوعاتی، اسلوبیاتی، ہیئتی اور ساختیاتی سطح پر قطعاً یکسانیت پسندی، مشروطیت پسندی، یک رنگ پسندی اور یک نظریہ بندی نہیں ہوتی ہے۔ یہ سب حقیقی تخلیقیت اور معنویت کے دشمن ہیں جیسا کہ

بےمثل ناقد اور تھیوری ساز پروفیسر گوپی چند نارنگ کہتے ہیں: ''ہم ایک ایسے مابعد جدیدیت کے عہد میں زندگی گزار رہے ہیں جو تخلیقیت کا جشن جاریہ ہے۔''

(٦) تخلیقی زبان جو کچھ بھی حتی الامکان اپنی گرفت میں لیتی ہے۔ اُس کو اصطلاحاً ''حقیقی'' سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ بطور خاص زبان اپنی خصوصی منطق اور خصوصی اسالیب رکھتی ہے۔ مابعد جدید تخلیقی ادب صحافت کے مانند ''حقیقت'' کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتا ہے۔ یہ بذات خود اپنی حقیقت کی تخلیق کرتا ہے۔ یہ مابعد جدیدیت کا بنیادی نقطہ ہے۔

(٧) بین المتونیت مابعد جدید ادب کے چند مرکزی تصورات میں ایک ہے۔ یہ فوق متن پر زور دیتی ہے جو بنیادی طور پر بین المتونیت پر منحصر ہوتی ہے۔ درحقیقت جدیدیت متن محض (Text) کو اوّلین معنویت و اہمیت دیتی تھی۔ مابعد جدیدیت فوق متن (Paratext) کو زیادہ معنویت اور وقعت عطا کرتی ہے۔ اس ضمن میں یہ اہم نقطہ نہایت معنی خیز ہے کہ بین المتونیت نیچ کا تخلیقی پروسیز (سلسلۂ عمل) ہے۔ اُس کا درخشاں نتیجہ فوق متن (Meta Text) ہے جیسے تخلیقی عمل اصل میں درمیانی تخلیقی سلسلۂ کار ہے۔ اُس کا ثمر تخلیقیت ہے۔ درحقیقت تخلیقیت حقیقی تخلیق کا احساس و عرفان ہے۔ بین المتونیت جدیدیت اور مابعد جدیت کے درمیان ایک ناقابل تسخیر حدّ فاصل ہے۔ حقیقی تخلیقیت اور معنویت سیاق زائیدہ ہے، لیکن سیاق لامحدود اور بیکراں ہے۔ وہ ترقی پسندی اور جدیدیت کے دفتر تک محدود نہیں ہے بقول ژاک دریدا "Creativity and meaning is context-bound. But context is boundless."

(٨) بقول گوپی چند نارنگ ''نرا فارملزم اور فرسودہ ہیئت زدہ جدیدیت اُن جڑوں (تہذیبی تناظرات کو کاٹ دیتی ہے جس کے رَس، جس اور کس سے زبان اور ادب مسلسل پروان چڑھتا ہے (جدیدیت کے بعد) تخلیقیت افروز فنکار، مخلوق متن اور تخلیقیت شناس قاری میں نامیاتی رشتہ ہوتا ہے۔ وہ باہمدگر منسوب ہیں۔ وہ باہمی رشتوں کے نظام میں منسلک ہیں۔ تاہم وہ تواریخی تناظر اور لسانی طور کو نظرانداز نہیں کرتے ہیں۔

(٩) اہل قاری کی متن شکنی یا فوق متن شکنی، متن آگہی یا فوق متن آگہی اور متن سنجی یا فوق متن سنجی سے باز تعبیرات، باز تفسیرات، باز تنقیہات، باز فکریات اور باز معنویات کی نت نئ شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اہل قاری واحدانہ اور آمرانہ معنی کے آتش نمرود کا اِرتقاع کر اُس کو نو بہ نو تخلیقیاتی، معنویاتی اور کیفیاتی گلزار میں تبدیل کردیتا ہے۔ ژاک دریدا اس ضمن میں مزید گویا ہیں:

''تحریر شدہ زندگی ایک تخلیقی انقلاب ہے جو ہمیشہ نئے معنویاتی اور کیفیاتی عناصر میں منکشف ہوتی رہتی ہے۔ یہ ایک عظیم معنویاتی تخم ریزی اور زرخیزی ہے۔''

(١٠) آج تھیوری کے بعد'' کے دور میں متن (Text) یا ''فوق متن (Para Text) کی باز تعبیر و آگہی کے لیے اہل تخلیقیت شناس قاری کو اپنے آپ کو بار بار کھرچنا پڑتا ہے۔ بار بار خود کو ردّ کرنا پڑتا ہے جو نہایت کرب آلود عمل ہے، مگر اس کرب انگیز وظیفہ کے بعد ہی اُس کو بقول نوم چومسکی اپنی تخلیقی اہلیت (Competence) اور تخلیقی کارکردگی (Performance) کا حقیقی احساس و عرفان نصیب ہوتا ہے بلکہ تنقید اور تنویر ذات کا عمل بھی شروع ہوجاتا ہے۔ متن اور فوق متن کا تخلیقی جمال، بدیعی کمال، ترجیحاتی قدریاتی جلال ونوال اور نہایت فکر آلود اور نت نئے معنی خیز سوال، سب کچھ ہی بیک وقت اُبھر کر سامنے آتے ہیں تو صحیح معنوں میں متن یا فوق متن (Para Text) کسی ثقافت کا زندہ، توانا، نامیاتی اور متحرک حوالہ بنتا ہے۔ یہ قرأت اور باز قرأت (Rereading) کا معنی خیز نتیجہ ہوتا ہے۔

(١١) مابعد جدیدیت، کارٹیزین نظریۂ عالم (Cartesian World View) کی ردّ تشکیل کرتی ہے اور سالم نظریۂ عالم (Holistic World View) کو قبول کرتی ہے۔ نیتجتاً اوریجنل چہرہ اور ثقافتی ڈسکورس (کلام) کی اپنی جڑوں کی تلاش، مُدام تلاش مابعد جدید تخلیقات میں مزید اُستوار ہوگئی ہے۔

(١٢) مابعد جدیدیت ترقی پسندی کی صرف سطحی ریزہ کار خارجیت (Objectivity) اور جدیدیت کی صرف سطحی ریزہ کار داخلیت (Subjectivity) کا اِرتفاع کرکے ہمہ رنگی، ہمہ جوئی اور ہمہ پہلوئی (Omnijectivity) کو قبول کرتی ہے۔ یہ فطری آزادی پر اصرار کرتی ہے۔ یہ آہن پوش مرکزیت نہیں رکھتی۔ یہ لامحدودیتوں (Infinities) کی ایک نامیاتی ترتیب ہے۔

(١٣) مابعد جدیدیت ہر نوعیت کی یک رنگی وردی پوش جتھا پسندی، یک جہت کلیت پسندی، آمریت، فارمولہ سازی، ضابطہ بندی، یکسانیت اور ہم نظمی کی ردّ تشکیل کرتی ہے۔ یہ اکیسویں صدی کے سیاق و سباق میں اصنافی تخلیقیت، معنویت، عصریت، فنّیت، تکثیریت، کثیر الوضعیت اور مقامیت کا جشن عالیہ ہے۔ مابعد جدیدت میں کوئی مطلق مہابیانیہ نہیں ہے۔ **(جاری)**